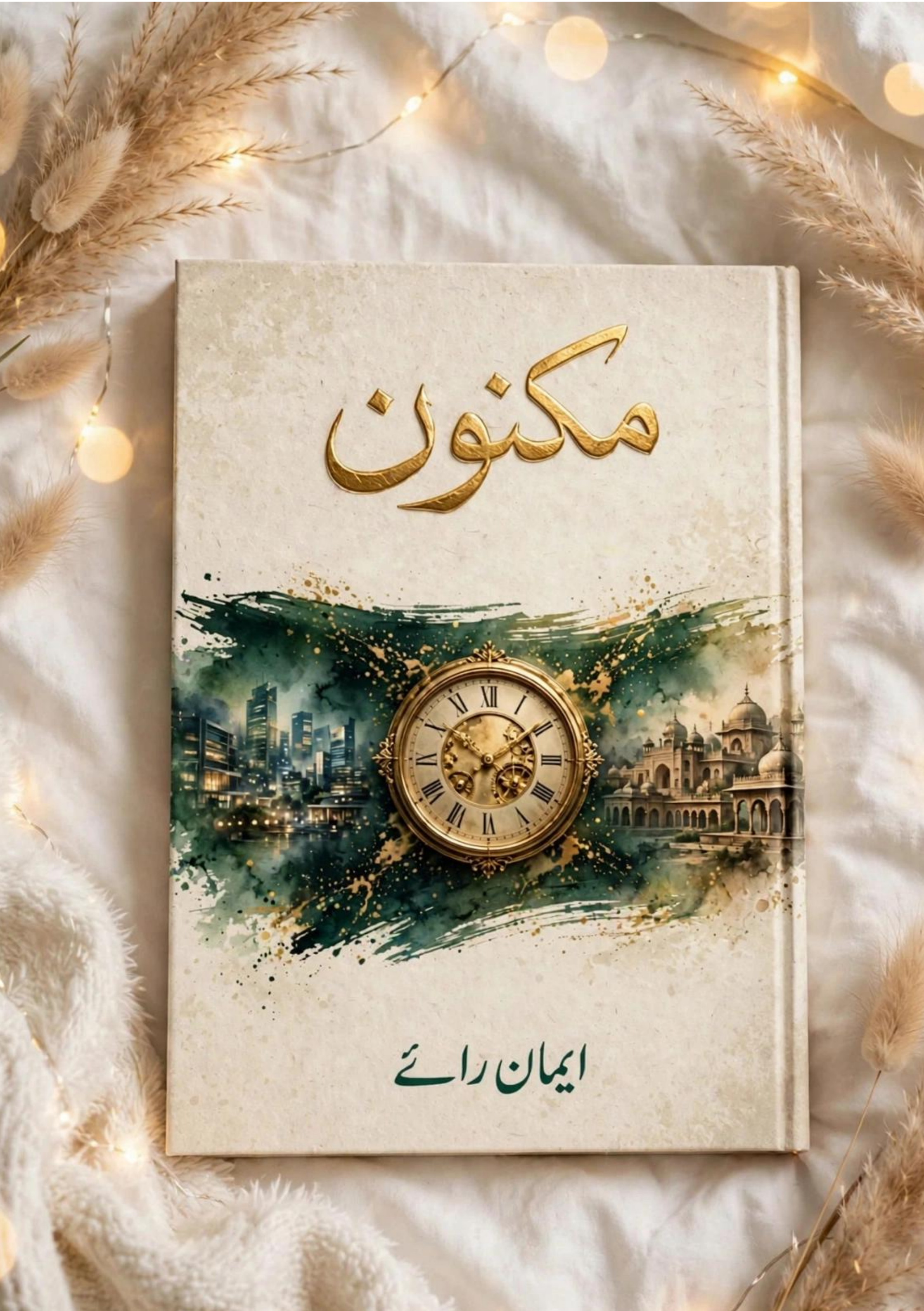
مکنون
XII
ایمان رائے

♡

ناول انتظار کر لے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیشِ نظر

مکنون۔۔وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بدقسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بدقسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جا رہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جا سکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کر لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کر دیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔

جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھو دینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔ اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔ انسان صرف مانگتا ہے۔۔اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔ اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔ وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔ تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بدقسمتی سمجھتا رہا، وہ دراصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔ تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔ اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔ براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

05

دوپہر کی سنہری روشنی۔۔۔آہستہ آہستہ شاہی محل کی سنگِ مرمر کی دیواروں پراتر رہی تھی۔

مرکزی دروازے کے دونوں طرف کھڑے سپاہی جیسے ہی سیدھے ہوئے۔۔۔ان کے نیزے ایک ساتھ بلند ہوگئے۔

"سلطانِ معظم۔۔۔"

دربان کی بلند آواز پورے صحن میں گونج اٹھی۔

اگلے ہی لمحے۔۔سلطان۔۔اور ان کے ہمراہ تیمور۔۔خاموش قدموں سے محل کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوئے۔

حسبِ معمول۔۔سلطان کی رفتار نہ تیز تھی۔۔نہ سست۔چہرہ پہلے کی طرح پُرسکون۔۔نگاہیں سیدھی سامنے۔

جیسے دن بھر کچھ غیر معمولی ہوا ہی نہ ہو۔

مگر۔۔محل میں موجود ہر شخص کے چہرے پر سکون لوٹ آیا۔وزیرِاعظم بدرالدین تقریباً دوڑتے ہوئے ان کے قریب آئے۔

ان کے چہرے پر گھبراہٹ صاف جھلک رہی تھی۔انہوں نے جھک کر سلام کیا۔

"میرے سلطان۔۔آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟میں سخت پریشان ہوگیا تھا۔"

سلطان رکے نہیں۔بس چلتے رہے۔بدرالدین بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

"اگر آپ ایک اطلاع ہی بھیج دیتے۔۔تو یہ بے چینی نہ ہوتی۔"

ادھر ایک خادم جلدی سے چاندی کا پیالہ لیے حاضر ہوا۔

"میرے سلطان۔۔پانی"

سلطان نے پیالہ لے لیا۔چند گھونٹ پیے۔واپس اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

بدرالدین نے ایک لمحہ تیمور کی طرف دیکھا۔گویا خاموشی سے پوچھ رہے ہوں۔۔۔

"آخر ہوا کیا ہے؟"مگر تیمور نے بھی نظریں جھکا لیں۔

وہ جانتا تھا۔۔سلطان کی اجازت کے بغیر۔۔آج پیش آنے والا ایک لفظ بھی زبان پر نہیں آسکتا۔

اسی وقت محل کے پچھلے حصے میں۔۔ جہاں شاہی ملازمین بھی کم ہی آتے تھے۔۔ پتھروں کے درمیان چھپا ہوا ایک تنگ دروازہ آہستہ سے کھلا۔

بہرام سب سے پہلے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے یونس اور ارسلان ریڑھی کو بہت احتیاط سے دھکیل رہے تھے۔

ریڑھی میں۔۔ اپنا دوپٹہ مضبوطی سے لپیٹے۔۔ آئرین خاموش بیٹھی تھی۔

اب اس کے چہرے کی سرخی مکمل طور پر غائب ہو چکی تھی۔ رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے۔

بار بار اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔۔ جیسے زمین اس کے نیچے ہل رہی ہو۔ سر کا بوجھ۔۔ ہر لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

اس نے آنکھیں چند لمحوں کے لیے بند کیں۔ لیکن بند کرتے ہی۔۔ سر اور زیادہ گھومنے لگا۔

اس نے فوراً دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ زخمی ٹخنے کی سوجن اب واضح دکھائی دے رہی تھی۔ دوپٹے کے نیچے سے اس کا پاؤں بری طرح سوج چکا تھا۔ ہر معمولی جنبش پر۔۔ تیز درد پنڈلی تک دوڑ جاتا۔

مگر شاید۔۔۔ اس کے جسم میں اب درد محسوس کرنے کی طاقت بھی ختم ہوتی جا رہی تھی۔

بہرام نے پیچھے مڑ کر اسے دیکھا۔ وہ فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

"جلدی۔۔ شاہی حکیم کے پاس لے چلو۔"

یونس نے ریڑھی کی رفتار تیز کر دی۔ ارسلان نے راستہ صاف کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا۔

محل کے اس خفیہ راستے میں۔۔۔ صرف ریڑھی کے پہیوں کی مدھم چرچراہٹ سنائی دے رہی تھی۔

اور اس چرچراہٹ کے درمیان۔۔ آئرین کی ٹوٹتی ہوئی سانسیں۔۔

شہزادی ملکہ اپنے کمرے کی کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھی تھیں۔ شام کی نرم روشنی ریشمی پردوں سے چھن کر اندر اتر رہی تھی۔

ان کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔۔ جو ابھی دور دراز سفر سے پہنچا تھا۔ انہوں نے آخری سطر ایک بار پھر پڑھی۔

"ان شاءاللہ۔۔ صبح تک محل واپس پہنچ جاؤں گی۔"

یہ ان کی والدہ کا خط تھا۔ شہزادی کے لبوں پر بے اختیار ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

انہوں نے خط سینے سے لگا لیا۔

"آخر آپ آ ہی رہی ہیں، اماں جان۔۔۔"

کئی دنوں بعد۔۔ان کے چہرے پر حقیقی خوشی آئی تھی۔اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ شہزادی نے خط احتیاط سے تہہ کیا۔

"آجاؤ۔"

دروازہ آہستہ سے کھلا۔ایک نوجوان خادمہ سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔

"شہزادی ملکہ۔۔۔"

اس کا جملہ ابھی مکمل بھی نہ ہوا تھا۔۔کہ اچانک کمرے کا ماحول بدل گیا۔ شہزادی کا چہرہ سخت ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں۔

"خاموش!"

ان کی تیز آواز سن کر خادمہ کانپ اٹھی۔ شہزادی کی آنکھوں میں غصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"کتنی بار کہا ہے۔۔مجھے اس نام سے نفرت ہے۔"

"نفرت ہے مجھے۔۔۔"

کمرے میں چند لمحوں کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔ پھر انہوں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا،

"آج کے بعد۔۔آج کے بعد اگر دوبارہ یہ نام میری سماعت تک پہنچا۔۔۔"

"تو تمہاری زبان تمہارے منہ میں نہیں رہے گی۔"

خادمہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ فوراً جھک گئی۔

"معاف کر دیجیے مجھ سے غلطی ہو گئی شہزادی صاحبہ۔۔"

چند لمحے گزرے۔ شہزادی نے گہرا سانس لیا۔ان کے چہرے کی سختی کچھ کم ہوئی۔

"کہو۔۔کیوں آئی ہو؟"

خادمہ نے آہستہ سے جواب دیا،

"شہزادی صاحبہ، سلطانِ معظم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

یہ سنتے ہی۔۔شہزادی کے چہرے کی ساری رنگت بدل گئی۔ دل جیسے ایک دھڑکن چھوڑ گیا۔

"اللہ خیر کرے۔۔"

وہ بے اختیار سیدھی کھڑی ہو گئیں۔انہوں نے جلدی سے دوپٹہ سنبھالا۔

آئینے میں خود پر ایک سر سری سی نظر ڈالی۔ پھر بغیر کچھ کہے آگے بڑھنے لگیں۔

"چلو۔"

"سلطانِ معظم نے فرمایا ہے۔۔آپ اکیلی تشریف لائیں۔" خادمہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

شہزادی چند لمحے خاموش رہیں۔ پھر بہت آہستہ پوچھا،

"کہاں ہیں وہ؟"

"شاہی باغ میں۔۔۔" خادمہ نے ادب سے جواب دیا۔

اس نے کوئی سوال نہ کیا۔ بس خاموشی سے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ خادمہ ادب سے ایک طرف ہٹ گئی۔

شہزادی نے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر خاموش قدموں سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

ان کے چہرے پر نہ خوشی پڑھی جاسکتی تھی۔۔نہ پریشانی۔ بس۔۔وہ جانتی تھیں۔ سلطانِ معظم بلاوجہ کسی کو یاد نہیں کرتے۔

شاہی باغ۔۔یہ وہ جگہ تھی۔۔جہاں صرف پرندوں کی آوازیں بولتی تھیں۔۔

یا پھر وہ لوگ۔۔جنہیں سلطان خود سننا چاہتے تھے۔ سلطان حسبِ معمول سیدھی پشت کے ساتھ وہاں تشریف فرما تھے۔

نرم قدموں کی چاپ قریب آئی۔ شہزادی نے چند قدم کے فاصلے پر رک کر ادب سے سر جھکا دیا۔

"السلام علیکم، میرے سلطان۔"

سلطان نے سر اٹھایا۔ پھر ہلکے سے سر ہلا کر جواب دیا۔

"وعلیکم السلام! تشریف رکھو۔"

شہزادی سامنے رکھی نشست پر بیٹھ گئیں۔ چند لمحے دونوں کے درمیان خاموشی رہی۔ آخر سلطان نے نظریں حوض سے ہٹائے بغیر پوچھا،

"پھوپھو جان کا خط آیا تھا؟"

"جی۔" شہزادی کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"اماں جان نے لکھا ہے اگر سفر میں کوئی رکاوٹ نہ آئی۔۔تو کل تک محل پہنچ جائیں گی۔"

سلطان کی سنجیدہ نگاہوں میں ایک مدھم سا اطمینان اترا سلطنت کے طول و عرض میں شاید ہی کوئی ایسا شخص تھا۔۔

جو سلطان محمد بازید بن سلیمان سے اختلاف کرنے کی جرأت کرتا۔ان کا ایک حکم۔۔ قانون بن جاتا۔

اور ایک خاموش نظر۔۔ کئی فیصلوں کا رخ بدل دیتی۔

مگر۔۔ دو ہستیاں ایسی بھی تھی۔۔ جن کے سامنے سلطان۔۔ سلطان نہیں رہتے تھے۔

پہلے۔۔ قاضی شمس الدین۔۔ جنہوں نے بچپن میں سلطان کے ہاتھ میں تلوار سے پہلے قرآن رکھا تھا۔

دوسری۔۔ حفصہ خاتون۔۔ مرحوم سلطان سلیمان کی ہمشیرہ۔ان کی ناراضی۔۔ سلطان کے لیے ہمیشہ کسی جنگ میں شکست سے زیادہ بھاری رہی تھی۔ہوا کے ایک نرم جھونکے نے درختوں کی شاخیں ہلا دیں۔

حوض میں بنتی لہریں۔۔۔ دونوں کے درمیان پھیلی خاموشی کو اور بھی گہرا کر گئیں۔

چند لمحوں بعد۔۔۔ سلطان نے پہلی بار اپنی نظریں مکمل طور پر شہزادی پر مرکوز کیں۔

"اگر آج۔۔ میں تم پر ایک امانت رکھوں۔۔"

"تو کیا مجھے یقین ہونا چاہیے کہ وہ امانت۔۔ تمہارے سینے سے باہر نہیں جائے گی؟"

شہزادی کی پلکیں بے اختیار جھک گئیں۔انہوں نے دھیمی آواز میں کہا،

"میرے سلطان۔۔ یہ سوال نہیں۔۔ سزا محسوس ہوا ہے۔"

"نجانے مجھ سے کب ایسی لغزش ہوئی۔۔ کہ آج آپ کو مجھ پر اعتماد کرنے سے پہلے۔۔ سوچنا پڑ گیا۔"

سلطان کے چہرے پر کوئی تاثر نہ آیا۔ پھر پہلی بار۔۔ انہوں نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

"محل میں۔۔ ایک مہمان آئی ہے۔"

شہزادی نے چونک کر سر اٹھایا۔

"وہ اس سلطنت کی نہیں۔ ممکن ہے۔۔ کسی دوسری سرزمین سے آئی ہو۔"

"کیا وہ سفیر یا قیدی ہے؟" شہزادی کی حیرت اب واضح تھی۔

"میں خود نہیں جانتا۔" سلطان نے نفی میں سر ہلایا۔

یہ الفاظ سنتے ہی۔۔۔ شہزادی کی حیرت اور بڑھ گئی۔ سلطان نے کہنا جاری رکھا۔

"اس وقت۔۔ شاہی حکیم کے پاس ہے۔"

"میں چاہتا ہوں۔۔ تم اس کے پاس جاؤ۔"

"وہ خوف زدہ ہے۔" شہزادی خاموشی سے سنتی رہیں۔

"اس کے لیے یہ محل۔۔ یہ لوگ۔۔ یہ زبان۔۔ سب کچھ اجنبی ہے۔"

"جو پوچھے۔۔ اسے یہی بتایا جائے۔۔ کہ وہ تمہاری دوست ہے۔" سلطان نے بغیر توقف جواب دیا۔

"میری۔۔ دوست؟" شہزادی بے اختیار چونک اٹھیں۔

"کیا۔۔ یہ تم سے نہیں ہو پائے گا؟"

شہزادی کو فوراً اپنی لغزش کا احساس ہوا۔ انہوں نے ادب سے سر جھکا لیا۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا، میرے سلطان۔"

"آپ کا ہر حکم میرے لیے باعثِ سعادت ہے۔"

"اگر آپ چاہتے ہیں۔۔ تو میں پوری کوشش کروں گی۔۔ کہ محل کا ہر شخص یہی سمجھے۔"

شہزادی نے ادب سے سر جھکا دیا۔ وہ اٹھنے ہی والی تھیں۔۔ کہ سلطان محمد کی پُرسکون آواز دوبارہ سنائی دی۔

"رکو۔"

شہزادی وہیں رک گئیں۔ سلطان نے اس بار نگاہیں حوض کے پانی سے ہٹا کر ان کی طرف کیں۔

"اس کے لیے کچھ کھانے پینے کا بھی انتظام کروا دو۔"

"اور۔۔ کوئی قابلِ اعتماد خادمہ بھی اس کے ساتھ رہے۔"

شہزادی کے قدم جیسے وہیں تھم گئے۔

"اگر میری جسارت معاف ہو، میرے سلطان۔۔ یہ حکم پورا کرنا میرے لیے اتنا آسان نہیں۔"

سلطان کے چہرے پر کوئی تاثر نہ آیا۔ بس نگاہوں میں ایک خاموش سوال اتر آیا۔ شہزادی نے نظریں جھکا لیں۔

"اس محل میں۔۔ میرا کسی سے ایسا تعلق نہیں۔۔ جسے میں بلا جھجک اپنا راز دار کہہ سکوں۔"

درختوں کی شاخیں ہلکی سی سرسرائیں۔ شہزادی کی آواز پہلے سے بھی دھیمی ہو گئی۔

"میں نے۔۔ کبھی کوشش بھی نہیں کی۔"

"مجھے ہمیشہ۔۔لوگوں سے نہیں ان کے سوالوں سے ڈر لگا۔"

چند لمحے بعد وہ خود ہی بولتی چلی گئیں۔

"مجھے خوف رہتا ہے۔۔کہ اگر میں کسی کے قریب ہوئی۔۔تو وہ میرے حال سے پہلے میرا ماضی جاننے کی کوشش کرے گی۔"

"اور۔۔۔"

"میں نہیں چاہتی کہ محل میں پھر وہی سرگوشیاں زندہ ہوں۔۔جو بڑی مشکل سے خاموش ہوئی ہیں۔"

شہزادی چند لمحے خاموش رہیں۔پھر جیسے انہیں اچانک کچھ یاد آیا۔انہوں نے آہستہ سے عرض کیا،

"اگر اجازت ہو، میرے سلطان۔۔۔"

"محل میں اس دن جو نئی خادمہ آئی ہے۔۔گلنار۔وہ ابھی محل کے لوگوں سے زیادہ واقف بھی نہیں۔۔اور نہ ہی یہاں کی باتوں میں شامل رہی ہے۔اگر آپ مناسب سمجھیں۔۔تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں؟"

سلطان دو لمحے خاموش رہے۔جیسے ہر پہلو کو تول رہے ہوں۔

"نہیں۔"پھر انہوں نے نفی میں ہلکا سا سر ہلایا۔

بس ایک لفظ۔مگر فیصلہ واضح تھا۔

"شاہی حکیم کی اہلیہ وہاں موجود ہوں گی ضرورت پڑی تو وہ تمہاری مدد کر دیں گی۔"

"جی، میرے سلطان۔"شہزادی نے فوراً سر جھکا دیا۔

انہوں نے مزید کوئی سوال نہ کیا۔

شاہی حکیم کے کمرے کا دروازہ آہستہ سے کھلا۔حکیم اور ان کی اہلیہ فوراً ادب سے ایک طرف ہٹ گئے۔

"السلام علیکم، شہزادی۔"

"وعلیکم السلام۔"شہزادی ملکہ خاموش قدموں سے اندر داخل ہوئیں۔

کمرے میں خوشبودار جڑی بوٹیوں کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ایک طرف تانبے کے برتنوں میں جوشاندہ ہلکی آنچ پر پک رہا تھا۔

اور درمیان میں۔۔سفید چادر والے بستر پر۔۔۔آئرین نیم بے ہوشی کی کیفیت میں لیٹی تھی۔

اس کا چہرہ حد درجہ زرد پڑ چکا تھا۔ مڑے ہوئے ٹخنے پر جڑی بوٹیوں کا لیپ باندھا جا چکا تھا۔

شہزادی چند لمحے خاموش کھڑی رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب آئیں۔

انہوں نے نہایت نرمی سے آئرین کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ ہلکا سا بخار اب بھی باقی تھا۔

شہزادی کی نظریں اس معصوم چہرے پر ٹھہر گئیں۔

"الحمدللہ۔۔۔" شاہی حکیم نے آہستہ سے عرض کیا،

"اب خطرے کی کوئی بات نہیں، شہزادی۔"

"پاؤں میں شدید موچ آئی ہے۔۔ ہڈی سلامت ہے۔۔ چند روز آرام کرے گی تو چلنے کے قابل ہو جائے گی۔"

"اصل مسئلہ۔۔" انہوں نے ایک نظر آئرین کی طرف ڈالی۔

"بھوک اور کمزوری ہے۔ کافی دیر تک اس کے معدے میں ایک لقمہ بھی نہیں گیا۔ اسی لیے جسم نے جواب دے دیا۔"

شہزادی نے خاموشی سے سر ہلایا۔

بستر پر لیٹی آئرین کے لب ہلے۔ وہ ابھی تک آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔

مدھم۔۔۔ ٹوٹتی ہوئی آواز نکلی۔

"Noor..."

چند لمحوں بعد۔۔۔ پھر وہی آواز۔

"Noor..."

"Please..."

"Don't leave me..."

شہزادی زبان تو نہ سمجھ سکیں۔۔ لیکن آواز میں چھپی بے بسی ضرور محسوس کر گئیں۔

انہوں نے دوبارہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور نہایت شفقت سے بولیں،

"میں یہیں ہوں۔۔ ڈرو مت۔۔"

شاید۔۔۔ اس نرم لہجے نے اپنا اثر دکھایا۔ آئرین کی پلکیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔

نظر ابھی دھندلی تھی۔ سب سے پہلے۔۔اسے ایک عورت دکھائی دی۔

سر پر دوپٹہ۔۔ چہرے پر سکون۔۔ آنکھوں میں شفقت۔۔

آئرین چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

پھر اچانک۔۔ جیسے اس کے اندر بند خوف ٹوٹ گیا ہو۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔۔اور سیدھا شہزادی سے لپٹ گئی۔اس کے آنسو بے اختیار بہنے لگے۔

"Thank God..."

"There is a woman..."

"كنتُ خائفة۔۔۔"

"میں بہت ڈر گئی تھی۔۔۔"

وہ روتے ہوئے مسلسل کچھ کہتی جا رہی تھی۔ شہزادی ایک لفظ بھی نہ سمجھ سکیں۔

مگر۔۔یہ ضرور سمجھ گئیں۔۔کہ یہ لڑکی۔۔اب خوف سے نہیں۔۔اطمینان سے رو رہی ہے۔

شاہی حکیم اور ان کی اہلیہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

شہزادی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی طرف دیکھا۔

"گھبرائیے نہیں۔۔یہ میری دوست ہے۔"اور صرف اتنا کہا،

شہزادی نے آئرین کے ماتھے سے بکھری ایک لٹ آہستگی سے کان کے پیچھے کی۔

"کیا اس نے کچھ کھایا ہے؟"پھر انہوں نے شاہی حکیم کی طرف دیکھا۔

شاہی حکیم جواب دینے ہی والے تھے کہ ان کی اہلیہ نے ادب سے عرض کیا،

"نہیں، شہزادی، اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے۔۔ ہم نے مرغ کی یخنی تیار کروائی ہے۔"

"باورچی خانے کی خادمہ ابھی لے کر آتی ہی ہو گی۔"

بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی۔۔۔کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ایک خادمہ دونوں ہاتھوں میں چاندی کی ایک چھوٹی سی طشتری لیے اندر داخل ہوئی۔

طشتری میں بھاپ اڑاتا یخنی کا پیالہ رکھا تھا۔ساتھ ہی ایک چھوٹا سا چاندی کا چمچ بھی۔

اس نے خاموشی سے طشتری قریب رکھی۔۔ سر جھکایا۔اور واپس چلی گئی۔

شاہی حکیم کی اہلیہ نے نرمی سے آئرین کو سہارا دے کر بٹھایا۔

آئرین کا سر اب بھی بھاری تھا۔کمزوری اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

شہزادی نے اپنے ہاتھوں سے یخنی کا پیالہ اٹھایا۔نہایت نرمی سے وہ آئرین کی طرف بڑھایا۔

آئرین نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ تھامنے کی کوشش کی۔اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔پیالہ لرزنے لگا۔

شہزادی چند لمحے خاموش رہیں۔پھر بنا کچھ کہے۔۔انہوں نے آہستگی سے پیالہ دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

چاندی کا چھوٹا چمچ اٹھایا۔اس میں تھوڑی سی یخنی بھری۔اور خاموشی سے آئرین کی طرف بڑھادی۔

آئرین ایک لمحے کو ساکت رہ گئی۔اس کی نظریں چمچ پر جم گئیں۔

پھر۔۔آہستہ آہستہ شہزادی کے چہرے پر جا ٹھہریں۔اس کی آنکھیں بے اختیار بھر آئیں۔

آئرین نے بمشکل چند چمچ یخنی پی۔شہزادی نے پیالہ دوبارہ طشتری میں رکھ دیا۔

"یہ یہاں۔۔کتنے دن رہے گی؟" پھر شہزادی نے رخ شاہی حکیم کی طرف کیا۔

شاہی حکیم نے آئرین کے سوجے ہوئے ٹخنے پر ایک نظر ڈالی۔

"اگر اللہ نے چاہا۔۔تو دو تین روز میں بخار بھی اتر جائے گا اور جسم میں کچھ طاقت بھی آجائے گی۔"

انہوں نے آہستہ سے سر ہلایا۔"لیکن۔۔۔ٹخنے کی موچ گہری ہے۔"

"کم از کم ایک ہفتہ اسے زیادہ چلنے نہیں دینا چاہیے۔"

شہزادی نے غور سے سنا۔پھر پوچھا،

"کیا اسے یہیں رہنا ہوگا؟ یا۔۔اسے میرے حصے میں منتقل کیا جا سکتا ہے؟"

شاہی حکیم چند لمحے سوچتے رہے۔پھر ادب سے عرض کیا،

"اسے دوا سے زیادہ اطمینان کی ضرورت ہے۔"

"اگر آپ کی نگرانی میں رہے گی۔۔تو میرے خیال میں جلد سنبھل جائے گی۔"

"روزانہ میں خود آکر اس کا معائنہ کرتا رہوں گا۔"

شہزادی نے اثبات میں سر ہلایا۔

چند ہی لمحوں بعد۔۔ محل کے اندرونی حصے میں۔۔ شہزادی کے حجرے سے متصل کمرہ خالی کروادیا گیا۔

چند خادماؤں نے جلدی سے وہاں نرم بستر، تازہ چادریں اور پانی کا انتظام کر دیا۔

آئرین کو احتیاط سے وہاں منتقل کر دیا گیا۔

شہزادی نے خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ کر چند لمحے اسے دیکھا۔

پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے چھت کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو ملا کر گھر کی سی شکل بنائی۔ پھر آئرین کی طرف اشارہ کیا۔ جیسے پوچھ رہی ہوں۔۔

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

آئرین پہلے تو نہ سمجھی۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر سمجھ آنے کے آثار نمودار ہوئے۔

"Home..."

اس نے دھیرے سے خود سے کہا۔ پھر شہزادی کی طرف دیکھ کر بولی،

"السعودية"

شہزادی چند لمحے خاموش رہیں۔ لفظ بالکل اجنبی تھا۔

"السعو۔۔؟"

انہوں نے آہستہ سے دہرایا۔ مگر فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ سمجھ نہیں سکیں۔

آئرین نے فوراً اپنا موبائل اٹھایا۔ شہزادی کی نظر پہلی بار اس سیاہ چمکدار چیز پر پڑتی ہے۔ وہ چند لمحے خاموش رہتی ہیں۔ آئرین اسکرین آن کرتی ہے۔ جیسے ہی تصویر روشن ہوتی ہے۔۔ شہزادی بے اختیار ایک قدم پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔

ان کی آنکھوں میں پہلی بار حیرت اترتی ہے۔ وہ آہستہ سے بڑبڑاتی ہیں،

"یہ۔۔ کیسا شیشہ ہے۔۔"

شہزادی کی نگاہ پہلے اس عجیب و غریب شیشے جیسی چیز پر ٹھہری۔ وہ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتی رہیں۔

جب آئرین کی انگلی اس پر پھسلی۔۔ اور اس کے اندر کی تصویر بدل گئی۔۔ تو شہزادی کی پلکیں بے اختیار جھپک گئیں۔

اس کی آنکھوں میں پہلی بار حیرت کی ہلکی سی جھلک ابھری۔ یہ کیسا آلہ تھا۔۔ جس کے اندر تصویریں زندہ چیزوں کی طرح بدل رہی تھیں؟

مگر۔۔ جیسے ہی وہ خانہ کعبہ دیکھتی ہیں۔۔ان کی ساری توجہ اس عجیب آلے سے ہٹ کر تصویر پر چلی جاتی ہے۔

آئرین نے فوراً تصویر شہزادی کی طرف کر دی۔ اپنی انگلی تصویر پر رکھتے ہوئے بولی،

"هنا۔۔۔"

"أنا أعيش هنا۔"

"میں یہاں رہتی ہوں۔"

"بیت اللہ۔۔۔"شہزادی کی نظریں تصویر پر جم گئیں۔

یہ لفظ بے اختیار ان کے لبوں سے نکلا۔ وہ کئی لمحوں تک تصویر کو دیکھتی رہیں۔

مگر۔۔ یہ وہ منظر نہیں تھا۔۔ جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

جہاں ان کی یادوں میں بیت اللہ کے گرد پتھروں کے فرش، محرابی راہداریاں اور سادہ عمارتیں تھیں۔۔

وہیں اس تصویر میں ہر طرف سفید سنگِ مرمر پھیلا ہوا تھا۔

بلند و بالا عمارتیں۔۔ چمکتی روشنیاں۔۔ اور ایک ایسی شان۔۔

جو انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ پھر بھی۔۔ اس مقدس گھر کو پہچاننے میں انہیں ایک لمحہ بھی نہ لگا۔

"دیارِ حجاز؟"انہوں نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

آئرین نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"No..."

پھر تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"السعودية۔"

شہزادی کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری بیت اللہ تو وہ پہچانتی تھیں۔۔ لیکن۔۔ سعودیہ؟

یہ نام انہوں نے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہ سنا تھا۔ شہزادی کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری۔

وہ بیت اللہ کو کیسے نہ پہچانتیں؟ وہ تو خود کئی بار دیارِ حجاز کی زیارت کر چکی تھیں۔

مگر۔۔ سعودیہ۔۔ یہ نام ان کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ کیونکہ اس عہد میں اس سرزمین کو "دیارِ حجاز" ہی کہا جاتا تھا۔ صدیوں بعد۔۔ تاریخ اسی سرزمین کو ایک نئے نام سے پکارنے والی تھی۔ شہزادی چند لمحے خاموش رہیں۔ پھر اس نے مزید سوال نہ کیا۔

شاید۔۔وہ سمجھ چکی تھیں کہ اس وقت سوالوں سے زیادہ۔۔اس لڑکی کو آرام کی ضرورت ہے۔

آئرین نے اچانک جیسے کچھ یاد آنے پر موبائل کی اوپری پٹی دیکھی۔اس نے جلدی سے شہزادی کی طرف دیکھا۔

پھر موبائل اٹھا کر اس کے نچلے حصے کی طرف اشارہ کیا۔

"Charger..."

پھر ہاتھ سے بجلی آنے کا اشارہ کیا۔دوسرے ہاتھ سے موبائل کو جوڑنے کی کوشش کی۔

"Charger..."

شہزادی چند لمحے حیرت سے اسے دیکھتی رہیں۔وہ اس کے ہر اشارے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

مگر۔۔یہ پہلی بار تھا۔۔جب آئرین کے اشارے بھی ان کے لیے بالکل اجنبی تھے۔آخر کار شہزادی نے بے بسی سے ہلکا سا سر ہلا دیا۔

وہ نہ اس آلے کو جانتی تھیں۔۔اور نہ ہی اس کی ضرورت کو۔آئرین نے چند لمحے خاموشی سے موبائل کو دیکھا۔

پھر ایک گہری سانس لی۔اس نے اسکرین پر انگلی رکھی۔۔۔اور موبائل بند کر دیا۔

سیاہ اسکرین میں ایک لمحے کو اس کا اپنا چہرہ ابھرا۔۔۔پھر سب کچھ خاموش ہو گیا۔

آئرین تھکن سے چور بستر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

موبائل بند کرنے کے بعد۔۔اس نے اسے آہستگی سے اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

شاید۔۔اس کے ذہن میں ابھی بھی وہی سوال گردش کر رہا تھا۔

"میں آخر ہوں کہاں؟"

کمرے میں چند لمحوں تک مکمل خاموشی چھائی رہی۔شہزادی ملکہ خاموش نگاہوں سے آئرین کو دیکھتی رہیں۔

یہ لڑکی۔۔جتنی پراسرار تھی۔۔اتنی ہی بے بس بھی۔وہ ابھی کچھ کہنے ہی والی تھیں۔۔کہ باہر سے ہلکی سی دستک سنائی دی۔

"تشریف لائیے، خالہ اماں۔"شہزادی نے دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ آہستگی سے کھلا۔اندر ایک باوقار خاتون داخل ہوئیں۔سفید ریشمی دوپٹہ نفاست سے سر پر رکھا ہوا تھا۔

عمر نے چہرے پر چند لکیریں ضرور کھینچ دی تھیں۔۔لیکن شخصیت کی مضبوطی آج بھی ویسی ہی تھی۔

فاطمہ خاتون۔۔۔سلطان محمد بازید بن سلیمان کی حقیقی خالہ۔اور ماہ جبین کی والدہ۔

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو شہزادی فوراً احتراماً کھڑی ہو گئیں۔

"السلام علیکم، خالہ اماں۔"

"وعلیکم السلام، بیٹی۔" فاطمہ خاتون نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

پھر ان کی نگاہ پہلی بار آئرین پر پڑی۔ وہ چند لمحے خاموش رہیں۔ آئرین بھی حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

مگر اس عورت کے چہرے پر شہزادی جیسی نرمی کے ساتھ ایک عجیب سا رعب بھی تھا۔

فاطمہ خاتون آہستہ آہستہ اس کے قریب آئیں۔ انہوں نے نہ اس سے کوئی سوال کیا۔۔ نہ ہی اسے چھونے کی کوشش کی۔

بس چند لمحے خاموشی سے اس کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر شہزادی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ملکہ۔۔ یہ لڑکی کون ہے؟"

شہزادی نے ایک لمحہ توقف کیا۔ پھر نہایت سکون سے بولیں،

"جب میں والدہ محترمہ کے ساتھ حج کے لیے دیارِ حجاز گئی تھی۔۔۔"

"وہیں اس سے ملاقات ہوئی کچھ ہی دنوں میں اچھی شناسائی ہو گئی۔۔"

"یوں سمجھ لیجیے۔۔۔ یہ میری دوست ہے۔"

فاطمہ خاتون کی نگاہ دوبارہ آئرین پر گئی۔ انہوں نے سر سے پاؤں تک ایک بار پھر اسے دیکھا۔ پھر آہستہ سے بولیں،

"مگر اس کی حالت تو کسی مسافر سے بھی زیادہ ابتر ہے۔"

"اس کی زبان ہم سے مختلف ہے۔" شہزادی کی آواز دھیمی ہو گئی۔

"میرا خیال ہے۔۔ مجھے تلاش کرتے کرتے راستہ بھٹک گئی۔"

"اگر یہ راستہ بھٹک گئی تھی۔۔ تو شاہی محل تک کیسے پہنچ گئی؟"

شہزادی کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔

"خالہ اماں۔۔۔"

"اس سلطنت میں شاہی محل کا راستہ پوچھنا کون سا مشکل کام ہے؟"

فاطمہ خاتون نے چند لمحے سوچا۔ پھر آہستہ سے سر ہلا دیا۔ بات میں وزن تھا۔ انہوں نے مزید کچھ نہ کہا۔

البتہ۔۔ان کی نگاہ ایک لمحے کے لیے پھر آئرین پر جا ٹھہری۔ جیسے وہ اس اجنبی لڑکی کے بارے میں ابھی بھی کچھ سوچ رہی ہوں۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد۔۔فاطمہ خاتون نے دوبارہ آئرین کی طرف دیکھا۔

وہ اب بھی بستر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ کمزوری اس کے چہرے سے صاف جھلک رہی تھی۔

"اس بچی کا نام کیا ہے؟" فاطمہ خاتون نے دھیمے لہجے میں پوچھا،

" کبھی اس کی خیریت دریافت کرنی ہو۔۔تو کس نام سے پکاروں؟"

شہزادی ملکہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئیں۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر آ گئی۔

"یہ تو۔۔آپ خود ہی اس سے پوچھیے گا، خالہ اماں۔"

"وہ مجھے جتنا سمجھ پائی ہے۔۔آپ کو اس سے بھی کم سمجھ پائے گی۔"

فاطمہ خاتون کی نگاہ آئرین پر گئی۔ آئرین دونوں کی گفتگو خاموشی سے سن رہی تھی۔

الفاظ ایک بھی سمجھ نہیں آ رہے تھے۔۔مگر دونوں عورتوں کے چہروں سے وہ اندازہ لگا رہی تھی۔۔کہ گفتگو اسی کے بارے میں ہو رہی ہے۔

"زبان کا فرق۔۔واقعی بڑی آزمائش ہوتا ہے۔" فاطمہ خاتون نے آہستہ سے کہا،

"اسی لیے تو اسے میری ضرورت ہے۔" شہزادی نے اثبات میں سر ہلایا۔

فاطمہ خاتون نے مزید کوئی سوال نہ کیا۔ شہزادی نے ایک نظر آئرین کی طرف دیکھا۔

اس کے چہرے پر تھکن پہلے سے زیادہ نمایاں تھی۔ شہزادی آہستہ سے بولیں،

"خالہ اماں۔۔۔"

"میں باورچی خانے سے اس کے لیے کچھ مناسب غذا بھجواتی ہوں۔"

"مرغ کی یخنی مناسب رہے گی۔" فاطمہ خاتون نے سر ہلایا۔

"تازہ انار کا رس بھی۔"

محل کے دوسرے حصے میں۔۔ماہ جبین آئینے کے سامنے بیٹھی تھیں۔ گلنار خاموشی سے ان کے لمبے سیاہ بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔

ایک خادمہ بستر پر ان کا لباس ترتیب دے رہی تھی۔ اسی لمحے۔۔۔فاطمہ خاتون اندر تشریف لائیں۔ ماہ جبین فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اماں!"

وہ آگے بڑھیں اور ادب سے ان کے ہاتھ چوم لیے۔فاطمہ خاتون نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اماں۔۔۔" ماہ جبین نے فوراً پوچھا،

"وہ لڑکی کیسی ہے؟"

"سب کہہ رہے ہیں۔۔۔بہت حسین ہے۔"

فاطمہ خاتون کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آگئی۔چند لمحے وہ جیسے اسی چہرے کو یاد کرتی رہیں۔پھر آہستہ سے بولیں،

"حسین کہنا شاید اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوگا۔اللہ نے اسے بڑی نفاست سے تراشا ہے۔"

"اس کا رنگ۔۔ایسا دودھیا گندمی ہے کہ دیکھنے والے کی نظر وہیں ٹھہر جائے۔"

"لمبے ہلکی سی قدرتی لہروں والے۔۔سیاہی مائل بھورے بال۔۔یوں لگتے ہیں جیسے ریشم کی نرم لٹیں اس کی کمر تک اتر آئی ہوں۔"

"اور اس کی آنکھیں۔۔" فاطمہ خاتون کے لہجے میں بے اختیار نرمی اتر آئی۔

"گہری بھوری۔۔مگر ایسی بھوری کہ ایک لمحہ دیکھو تو دوسرا لمحہ نظریں ہٹانے کو دل نہ چاہے۔"

"ایسا لگتا ہے۔۔جیسے ان میں ہزاروں ان کہی باتیں چھپی ہوں۔"

ماہ جبین خاموشی سے سنتی رہیں۔فاطمہ خاتون بولتی گئیں،

"بھنویں قدرتی طور پر ہلکی خمیدہ۔۔۔"

"ناک نہایت باریک اور متناسب۔۔۔"

"اور لب۔۔ایسے قدرتی گلابی۔۔۔"

انہوں نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا،

"اور اس کے چہرے پر ایسی معصومیت ہے۔۔کہ دل چاہتا ہے بس اسے دیکھتے رہو۔"

"یوں لگتا ہے۔۔جیسے دنیا کی چالاکیوں نے ابھی تک اس کے وجود کو چھوا ہی نہ ہو۔"

"بڑی نفیس بچی ہے۔" پھر انہوں نے محبت سے کہا،

کمرے میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ماہ جبین نے آئینے میں ایک لمحہ اپنا عکس دیکھا۔

پھر ہلکے سے مسکرا کر بولیں،

"اچھا۔۔ تو مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے؟"

فاطمہ خاتون فوراً آگے بڑھیں۔انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

"دنیا کو شاید لگتی ہو۔۔ مگر میری نظر میں۔۔ میری ماہ جبین سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں۔"

ماہ جبین نے مسکرا کر ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"مجھے معلوم تھا۔۔ آپ یہی کہیں گی۔"

پھر جیسے اچانک انہیں کچھ یاد آیا۔

"اماں۔۔ وہ اب کہاں ہے؟ شہزادی ملکہ کے ساتھ؟"

ماہ جبین نے چند لمحے سوچا۔ پھر نہایت سادہ لہجے میں بولیں،

"تو پھر۔۔ صبح میں بھی اس سے ملوں گی۔"

"تم؟" فاطمہ خاتون نے حیرت سے دیکھا۔

"آخر۔۔ وہ ملکہ کی مہمان ہے۔" ماہ جبین مسکرادیں۔

فاطمہ خاتون نے اطمینان سے سر ہلادیا۔ ماہ جبین نے گلنار کی طرف دیکھا۔

"دوستی کی ابتدا بھی تو کسی نہ کسی جگہ سے ہوتی ہے۔"

گلنار خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی۔

اسے معلوم نہیں تھا۔۔ کہ ماہ جبین واقعی دوستی کرنا چاہتی ہیں۔۔

یا۔۔ صرف ایک نیا کھیل شروع ہونے والا تھا۔

مغرب کی اذان کو کچھ ہی دیر گزری تھی۔ آسمان پر نیلاہٹ گہری ہو رہی تھی۔۔ اور محل کے صحنوں میں ایک ایک کر کے روغنی چراغ روشن کیے جا رہے تھے۔ شہزادی ماہ جبین اپنے کمرے سے باہر نکلیں۔ سر پر ہلکی سی اوڑھنی۔۔ اور چہرے پر ہمیشہ والا وقار۔ ان کے چند قدم پیچھے گلنار چل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک اور خادمہ بھی موجود تھی۔ محل کے بڑے دروازے تک پہنچتے ہی۔۔ فاطمہ خاتون کی آواز سنائی دی۔

"ماہ جبین!"

"جی، اماں؟" ماہ جبین نے مڑ کر دیکھا۔

فاطمہ خاتون آہستہ آہستہ ان کے قریب آئیں۔ پھر شفقت بھرے لہجے میں بولیں،

"رات ہونے کو ہے۔ بازار والے اس وقت دکانیں سمیٹنے لگتے ہیں۔"

"صبح چلی جانا۔۔ آرام سے خریداری بھی ہو جائے گی۔"

آرام سے خریداری بھی ہو جائے گی۔"

"فکر نہ کیجیے، اماں۔" ماہ جبین نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں بازار بند ہونے سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔ بس چند ضروری چیزیں لینی ہیں۔"

فاطمہ خاتون نے ایک لمحہ انہیں دیکھا۔ پھر دھیمے سے سر ہلا دیا۔

"اپنا خیال رکھنا اور سپاہیوں کو ساتھ ہی رکھنا۔"

"جی، اماں۔"

ماہ جبین نے ادب سے سر جھکا دیا۔ اتنے میں دو شاہی سپاہی بھی دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ سب تیار تھا۔

گلنار خاموشی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ مگر اس کے ذہن میں بازار سے زیادہ۔۔۔ ایک ہی چہرہ گھوم رہا تھا۔

وہی اجنبی لڑکی۔۔۔ جس کی تعریفیں وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے سنتی آ رہی تھی۔

"واقعی۔۔ کیا وہ اتنی ہی خوبصورت ہو گی؟"

"یا اماں نے محبت میں کچھ بڑھا چڑھا کر کہہ دیا؟"

دل میں ایک انجانا اشتیاق جاگ اٹھا۔ وہ خود بھی اب اس لڑکی کو دیکھنا چاہتی تھی۔۔

جسے دیکھ کر فاطمہ خاتون جیسی سنجیدہ خاتون بھی بے اختیار اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکیں۔

ادھر۔۔ ماہ جبین خاموشی سے بگھی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اس کے دل میں کیا چل رہا تھا۔۔ اس سے ابھی تک سب بے خبر تھے۔

سلطنت کا بازار۔۔

گلنار کی نگاہیں بے اختیار چاروں طرف گھومنے لگیں۔ اس نے اپنی زندگی میں ایسا بازار پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ہر دکان کے باہر تیل کے چراغ اور شیشے کی فانوسیں جگمگا رہی تھیں۔ کہیں تازہ روٹی تنور سے نکل رہی تھی۔۔

کہیں شہد اور خشک میوہ جات کی خوشبو فضا میں گھلی ہوئی تھی۔

کسی طرف عطار اپنی دکان پر عود، عنبر اور مشک سجا رہا تھا۔

کہیں رنگ برنگے ریشمی کپڑے چراغوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔

تانبے کے برتن۔۔چاندی کی نفیس کاریگری۔۔ہاتھ سے بنے قالین۔۔شام اور مصر سے آئے شیشے۔۔

یمن کی خوشبوئیں۔۔اور حجاز سے لایا گیا زمزم کا پانی۔۔ہر دکان اپنے اندر ایک الگ دنیا سموئے ہوئے تھی۔

اسے ایک لمحے کو سمجھ ہی نہ آیا۔۔پہلے کس طرف دیکھے۔ کسی نے دور سے شہزادی کو دیکھا۔

"السلام علیکم، شہزادی!"

ایک آواز بلند ہوئی۔ پھر دوسری۔ پھر تیسری۔

چند ہی لمحوں میں۔۔راستے کے دونوں طرف کھڑے لوگ احترام سے سر جھکانے لگے۔

"اللہ آپ کو سلامت رکھے۔"

"خوش آمدید، شہزادی!"

ماہ جبین نے حسبِ معمول صرف ہلکا سا سر ہلایا۔ نہ مسکراہٹ۔۔نہ غیر ضروری گفتگو۔ وہ سیدھی چلتی رہیں۔

آخر ان کے قدم ایک بڑی کپڑوں کی دکان کے سامنے جا کر رک گئے۔

دکاندار نے جیسے ہی انہیں دیکھا۔۔وہ تقریباً دوڑتا ہوا باہر آیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر جھک گیا۔

"یہ دکان آپ کی آمد سے معزز ہو گئی، شہزادی۔"

"مصری ململ دکھاؤ۔" ماہ جبین نے مختصر لہجے میں فرمایا،

"جو کسی شاہی مہمان کو تحفے میں دی جا سکے۔"

"جی!"

دکاندار اندر گیا۔۔اور چند ہی لمحوں بعد دونوں بازوؤں میں نہایت احتیاط سے لپیٹے ہوئے کئی تھان لے آیا۔

اس نے سب سے پہلے سفید ململ کھولی۔ وہ اتنی باریک تھی۔۔کہ چراغ کی روشنی اس کے پار دکھائی دے رہی تھی۔

کپڑا ہتھیلی پر رکھا جائے۔۔تو یوں محسوس ہوتا جیسے ہوا کو چھو لیا ہو۔

اس کی بُنائی اتنی نفیس تھی۔۔کہ ایک دھاگہ بھی دوسرے سے بے ترتیب نہ تھا۔

یہ وہی مصری ململ تھی۔۔جسے مصر کے ماہر بُنکروں کے ہاتھ تیار کرتے تھے۔

نرم۔۔ہلکی۔۔اور شاہی خاندانوں کی پسندیدہ۔ماہ جبین کی انگلیاں خاموشی سے کپڑے پر پھریں۔

"یہ۔"

پھر دکاندار نے دوسرا تھان کھولا۔ہلکا فیروزی آسمانی رنگ۔۔جیسے صاف آسمان کا ایک ٹکڑا کپڑے میں قید کر دیا گیا ہو۔

ماہ جبین کی نظریں چند لمحے اس پر ٹھہریں۔

"یہ بھی۔"

دکاندار نے نہایت احتیاط سے تھان لپیٹ دیے۔

کپڑوں کے بعد۔۔ماہ جبین اگلی دکان کی طرف بڑھیں۔یہ چمڑے کے بہترین کاریگروں کی دکان تھی۔

سامنے قطار سے رکھی ہوئی بابوج چراغوں کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔

عثمانی بابوج۔۔عام جوتی نہیں ہوتی تھی۔اس کا اگلا حصہ ہلکا سا نوکیلا۔۔مگر اتنا نرم کہ پاؤں کو ذرا بھی نہ چبھتا۔

باریک دباغت کیے ہوئے چمڑے سے تیار کی جاتی۔۔اور اندر نرم بکری کی کھال کی تہہ لگائی جاتی۔۔تاکہ لمبے سفر میں بھی پاؤں نہ تھکیں۔

امراءاور شاہی خاندان کے لیے بننے والی بابوج پر ہاتھ کی نفیس سلائی ہوتی تھی۔۔۔جس میں ہر ٹانکہ دوسرے سے یکساں فاصلے پر بیٹھتا۔

ماہ جبین نے ایک جوڑی ہاتھ میں لی۔نرم چمڑے کو انگلیوں سے محسوس کیا۔

"یہ مناسب رہے گی۔"

پھر وہ ایک چھوٹی سی دکان کے سامنے رکیں۔۔جہاں کانسی،چاندی اور پالش کیے ہوئے آئینے سجے تھے۔

دکاندار نے ادب سے ایک چھوٹا سا گول آئینہ پیش کیا۔

اس کے گرد باریک چاندی کی بیلیں کندہ تھیں۔۔۔اور پچھلی جانب نیلے فیروزے کا ننھا سا نگ جڑا ہوا تھا۔

ماہ جبین نے چند لمحے اسے دیکھا۔پھر صرف ایک لفظ کہا۔۔۔

"یہ۔"

اور دکاندار نے فوراً اسے مخمل کے نرم غلاف میں لپیٹ دیا۔ گلنار نے خریدے ہوئے تھیلوں پر ایک نظر ڈالی۔

تقریباً ہر چیز۔۔۔اسی اجنبی لڑکی کے لیے تھی۔ آخر ہمت کر کے اس نے دھیمے لہجے میں کہا،

"شہزادی۔۔اجازت ہو تو ایک سوال کروں؟"

"پوچھو۔" ماہ جبین کی نظریں ابھی بھی سامنے تھیں۔

"آپ۔۔ایک اجنبی لڑکی پر اتنی عنایت کیوں فرما رہی ہیں؟"

ماہ جبین چند قدم چلتی رہیں۔ پھر بغیر اس کی طرف دیکھے بولیں،

"ہر اجنبی دشمن نہیں ہوتا، گلنار۔ کبھی کبھی اجنبی بہت قیمتی ثابت ہوتے ہیں۔"

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئیں۔

اور گلنار۔۔مزید کچھ پوچھنے کی ہمت نہ کر سکی۔ کپڑوں اور بابوج کی خریداری مکمل ہوئی۔۔تو ماہ جبین کی نظریں سامنے والی ایک چھوٹی سی دکان پر جا ٹھہریں۔ وہ دکان عام نہیں تھی۔ وہاں لکڑی، چاندی اور ہاتھی دانت سے بنی نفیس آرائش کی چیزیں سجی ہوئی تھیں۔

ماہ جبین بغیر کچھ کہے اندر داخل ہو گئیں۔ دکاندار نے ادب سے سر جھکا دیا۔

"شہزادی۔۔کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

ماہ جبین کی نگاہ ایک کنگھی پر آ کر ٹھہر گئی۔

وہ صندل کی لکڑی سے تراشی گئی تھی۔ اتنی نفاست سے۔۔کہ اس کے ہر دانت کا فاصلہ دوسرے سے برابر تھا۔

کناروں پر باریک بیلیں کندہ تھیں۔۔اور اوپر ننھے ننھے موتیوں کی جگہ صندل کی قدرتی نقش و نگاری تھی۔

دکاندار نے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر پیش کی۔

"برسادیر کے بہترین کاریگر کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہے، شہزادی۔"

"صندل کی لکڑی بالوں کو الجھنے نہیں دیتی۔۔اور اس کی خوشبو مدتوں قائم رہتی ہے۔"

ماہ جبین نے ایک نظر دیکھی۔

"یہ رکھ دو۔"

پھر اس کی نظر ریشمی فیتوں پر پڑی۔

باریک۔۔ملائم۔۔اور ہلکے آسمانی رنگ کے۔ہوا انہیں ہلکے ہلکے ہلا رہی تھی۔

ماہ جبین نے چند لمحے انہیں دیکھا۔

"یہ بھی۔"

گلنار خاموشی سے ایک ایک چیز سنبھالتی جا رہی تھی۔اب اس کے ہاتھوں میں رکھے تھیلوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔

دکان سے نکل کر ماہ جبین سیدھی ایک عطار کے پاس جا رکیں۔پورا ماحول خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔

کانچ کی چھوٹی چھوٹی شیشیاں۔۔قطار سے سجی تھیں۔ماہ جبین نے ایک خوشبودار صابن اٹھایا۔

وہ زیتون کے تیل،شہد اور گلاب کی پتیوں سے تیار کیا گیا تھا۔اس پر ہاتھ کی مہر ثبت تھی۔اس نے اسے خاموشی سے الگ رکھ دیا۔

پھر کہا،

"گلاب کا عرق۔"

عطار نے فوراً ایک باریک شیشی پیش کی۔شفاف مائع۔۔۔جس میں ہلکی ہلکی گلاب کی پتیاں تیر رہی تھیں۔

"یہ بھی۔"

چند قدم آگے۔۔ایک سنار کی دکان ابھی بند ہونے ہی والی تھی۔

دکاندار سامان سمیٹ رہا تھا۔ماہ جبین کی آمد دیکھ کر وہ فوراً رک گیا۔

"شہزادی!حکم فرمایئے۔"

ماہ جبین کی نظر ایک نہایت باریک فیروزے کے لاکٹ پر جا ٹھہری۔

باریک چاندی کی زنجیر۔۔اور درمیان میں آسمان کے رنگ جیسا فیروزی نگینہ۔

سادہ۔۔مگر اپنی سادگی ہی میں قیمتی۔اس نے اسے ہاتھ میں لیا۔

چراغ کی روشنی فیروزی نگینے پر پڑی۔۔۔تو وہ ہلکی سی نیلی چمک کے ساتھ جگمگا اٹھا۔

"یہ۔۔دوستی کی نشانی کے طور پر مناسب رہے گا۔"

ان کی آواز بہت دھیمی تھی۔سنار نے مسکرا کر لاکٹ مخمل کے چھوٹے سے ڈبے میں رکھ دیا۔

ادھر۔۔بازار کی رونق آہستہ آہستہ سمٹنے لگی تھی۔ایک ایک کر کے دکانوں کے سامنے رکھے چراغ بجھائے جانے لگے۔

کپڑے لپیٹے جا رہے تھے۔تاجر اپنے صندوق بند کر رہے تھے۔

اور جگمگاتا بازار۔۔رات کی خاموشی کے حوالے ہونے لگا تھا۔

کمرے میں ہلکی سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔آئرین بستر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔لکڑی کا پیالہ اب خالی ہو چکا تھا۔اس نے آہستہ سے اسے ایک طرف رکھا۔شہزادی ملکہ نے اطمینان کا سانس لیا۔اس نے قریب کھڑی خادمہ کی طرف دیکھا۔

"تازہ انار کا رس لاؤ۔"

"اور۔۔۔"

"نیم گرم پانی بھی۔"

خادمہ نے ادب سے سر جھکایا۔

چند ہی لمحوں بعد۔۔۔چاندی کی نفیس سینی میں انار کا تازہ رس، نیم گرم پانی، نرم ململ کا رومال اور ایک چھوٹا سا طشت رکھ کر لایا گیا۔

شہزادی ملکہ نے خود پیالہ اٹھایا۔پھر آہستہ سے آئرین کی طرف بڑھایا۔

آئرین نے پہلے پیالے کو دیکھا۔۔پھر شہزادی ملکہ کے چہرے کو۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے پیالہ تھام لیا۔ہونٹوں سے لگایا۔ٹھنڈا، تازہ انار کا رس اس کے حلق سے اترتا چلا گیا۔

اسے پہلی بار کسی چیز کا ذائقہ اچھا محسوس ہوا۔شہزادی ملکہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہیں۔پھر خادمہ سے نرمی سے بولیں،

"انہیں سہارا دے کر غسل خانے تک لے جاؤ۔"

"چہرہ دھلوا دو۔۔۔"

خادمہ نے آہستہ سے آئرین کی طرف ہاتھ بڑھایا۔پھر اشارے سے سمجھایا۔آئرین نے ایک لمحہ شہزادی ملکہ کو دیکھا۔

جب شہزادی نے مسکرا کر سر ہلایا۔۔تو وہ مطمئن ہو گئی۔وہ خادمہ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اندر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد۔۔جب وہ واپس لوٹی۔۔تو اس کا چہرہ پہلے سے کہیں زیادہ شاداب دکھائی دے رہا تھا۔

تازہ پانی نے اس کی تھکن جیسے کچھ کم کر دی تھی۔اس کے بال ہلکے سے نم تھے۔چند لٹیں بے ترتیبی سے رخساروں کے قریب آ ٹھہری تھیں۔

خادمہ نے لحاف آہستگی سے اس کے کندھوں تک کھینچ دیا۔

تو پہلی بار۔۔آئرین نے سکون سے اپنے ارد گرد دیکھنا شروع کیا۔

اب تک۔۔وہ درد۔۔خوف۔۔اور بے ہوشی کے درمیان الجھی ہوئی تھی۔

مگر اب۔۔اس کی نگاہ پہلی بار کمرے پر پڑی۔

پتھر کی بلند دیواریں۔۔جن پر ہاتھ سے تراشی گئی بیلیں ابھری ہوئی تھیں۔

چھت سے لٹکتا پیتل کا چراغ۔۔جس کی مدھم زرد روشنی پورے کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔

کھڑکی پر لٹکے ململ کے پردے۔۔جو شام کی ہوا کے ساتھ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔

سامنے رکھا لکڑی کا میز۔۔جس پر چاندی کی سینی رکھی تھی۔

اس سینی میں رکھا پیالہ۔۔شیشے کا نہیں تھا۔نہ اسٹیل کا۔بلکہ چمکتے ہوئے کانسی سے تراشا گیا تھا۔

آئرین کی سانس جیسے ایک لمحے کو رک گئی۔پھر اس نے نظریں اٹھا کر پورے کمرے کو دیکھا۔اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"یہ کہاں آگئی ہوں میں؟"

"کیا۔۔؟کیا دنیا میں اب بھی ایسی جگہیں موجود ہیں۔۔جہاں لوگ ایسے برتن استعمال کرتے ہیں؟"

اس کی نگاہ پھر چراغ پر گئی۔پھر لکڑی کے دروازے پر۔پھر ہاتھ سے بنی ہوئی قالین پر۔

"یہ کوئی میوزیم نہیں۔۔یہ لوگوں کی روزمرہ زندگی ہے۔۔"

اس کے چہرے پر ایک ہی سوال صاف لکھا تھا۔۔

"میں آخر ہوں کہاں؟"

رات کافی بیت چکی تھی۔محل کی راہداریاں خاموش ہو چکی تھیں۔چراغوں کی مدھم روشنی دیواروں پر لرز رہی تھی۔

گلنار اپنے چھوٹے سے کمرے میں بچھی سادہ سی خواب گاہ پر لیٹی ہوئی تھی۔نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

اس کی نظریں چھت پر جمی تھیں۔۔اور ذہن میں ایک ہی چہرہ بار بار ابھر رہا تھا۔

وہی اجنبی لڑکی۔۔جسے سب نے نہ جانے کتنی محبت سے گھیر لیا تھا۔اور شہزادی نے تو اس کے لیے دوستی کی نشانی تک خرید لی۔

گلنار نے بے اختیار کروٹ بدلی۔

اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔۔ مگر اگلے ہی لمحے ماند پڑ گئی۔

اسے اچھی طرح یاد تھا۔۔ پہلے دو دن۔۔ وہی میلے، پرانے کپڑے۔۔ جنہیں دھونے کی بھی مہلت نہ ملی تھی۔

نہ کسی نے پوچھا۔۔ کہ اس کے پاس پہننے کو اور کچھ ہے بھی یا نہیں۔ نہ کسی نے اس کے لیے نیا لباس منگوایا۔

اور آج۔۔ ایک اجنبی لڑکی کے آنے پر۔۔ پورا محل جیسے اس کی آسائش میں لگ گیا تھا۔

یہ سوچ کر اس کے دل میں ایک ہلکی سی کسک اٹھی۔ مگر اگلے ہی لمحے اس نے خود ہی آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

لیکن۔۔ بعض اوقات دل میں اٹھنے والی پہلی کسک۔۔ اتنی خاموش ہوتی ہے۔۔ کہ انسان خود بھی اسے نہیں سمجھ پاتا۔

اسی لیے لوگ اکثر تمہارے ہاتھوں میں موجود نعمتیں گن لیتے ہیں۔۔

مگر اُن دعاؤں کا حساب کبھی نہیں جانتے، جو تم نے آنسوؤں میں مانگی ہوتی ہیں۔

رات اپنی گہری تاریکی اوڑھ چکی تھی۔ محل کی بلند فصیلوں پر جلتے چراغ بھی اب مدھم پڑنے لگے تھے۔

ہر طرف سکوت تھا۔ محل کے کمروں میں سب سو چکے تھے۔۔ سوائے دو لوگوں کے۔

ایک۔۔ سلطانِ معظم محمد بازید۔

اور دوسرا۔۔ وہ شخص جس کا وجود ابھی تک اس محل کے کسی شخص کے علم میں نہ تھا۔

سلطان اپنے خلوت کمرے میں تنہا کھڑے تھے۔ سامنے میز پر چند کاغذات بکھرے پڑے تھے۔۔

مگر ان کی نظریں ان پر نہیں تھیں۔ ان کے ذہن میں بار بار ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا۔

آخر ایک کاتب کے کام کا کسی انسان سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟

کاتب کے ہاتھ سے لکھا ہوا وہ صفحہ۔۔ پھر اچانک اس کا پھٹ جانا۔۔

اور اسی کے بعد اس اجنبی لڑکی کا محل میں آ پہنچنا۔

یہ سب محض اتفاق تھا؟

یا۔۔ کسی ایسی سازش کا آغاز جس کا سرا ابھی ان کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا؟ سلطان نے گہری سانس لی۔

سلطان کے ذہن میں سب سے زیادہ کھٹکنے والی بات وہ اجنبی لڑکی نہیں تھی۔۔

بلکہ محل میں بڑھتی ہوئی ایک عجیب بیماری تھی۔

عجیب بات یہ تھی کہ ہر سپاہی کو ابتدا میں معمولی کمزوری اور بخار محسوس ہوتا، دوا دی جاتی تو کچھ دیر کے لیے افاقہ بھی ہو جاتا۔۔

مگر اگلے ہی دن کسی دوسرے سپاہی کی طبیعت بگڑ جاتی۔

جیسے بیماری کسی ایک جسم میں ٹھہرنے کے بجائے۔۔ایک سے دوسرے تک اپنا راستہ تلاش کر رہی ہو۔

سلطان نے آج پہلی بار اس معاملے کو محض اتفاق سمجھنے سے انکار کیا تھا۔بے چینی سلطان کے دل میں سر اٹھا رہی تھی۔

آخر اس کی وجہ کیا تھی؟

وہی باغ۔۔جوان کی والدہ، سلطانہ عائشہ خاتون کے لیے مخصوص تھا۔

وہاں عام آدمی کا داخل ہونا تو درکنار۔۔کسی اجنبی کا وہاں تک پہنچ جانا تقریباً ناممکن تھا۔

"وہ لڑکی وہاں پہنچی کیسے؟"

ان کے ذہن میں سوال ابھرا۔

"اور کس نے اسے وہاں تک پہنچایا؟"

پھر ایک اور خیال نے ان کے دل کو چونکا دیا۔

"کہیں یہ کاتب کے پھٹے ہوئے صفحے سے۔۔لڑکی کا کوئی تعلق تو نہیں؟"

یہ سوال۔۔اب پہلے سے زیادہ اہم ہو چکا تھا۔

اور اس سے بھی زیادہ پریشان کن بات۔۔

یہ سلسلہ شروع ہی کب ہوا تھا؟

کیا یہ سب بھی اسی راز کا حصہ تھا۔۔

جس کا ایک سرا اس اجنبی لڑکی تک جا رہا تھا؟